ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی ☆

اسلامی معاشرے کی تشکیل میں عقائد و اخلاق کی اہمیت اور ان کا مقام

اسلام ایک آفاقی دین ہے۔ اس کی وہ تعلیمات جو عقائد اور اخلاقیات کے اساسی اصولوں پر مشتمل ہیں سابقہ ادیان کا بھی بنیادی حصہ رہی ہیں۔ حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے دور میں انہی بنیادی عقائد کی تعلیم دی تھی جن کی تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور رسالت میں دی۔

دین اسلام کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت سے ہوا تھا اور یہ ہدایت ایک تواتر اور تسلسل کے ساتھ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہی اور بالاخر رسول آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے جن بنیادی باتوں کی دعوت دی وہ یہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء اس کی نازل کی ہوئی تمام کتابیں' اس کے فرشتے' حیات بعد الممات' یوم جزاء اور تقدیر برحق ہیں۔ یہ عقائد تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کی بنیاد و اساس رہے ہیں۔ چونکہ وحی کا ماخذ و منبع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے اس کے اصولوں اور بنیادی عقائد میں ہمیشہ یکسانیت رہی ہے۔ ان میں اختلاف اور تضاد ممکن نہیں۔ اختلاف تو صرف اس وقت پیدا ہوا جب لوگوں نے وحی اور اسلام کی تعلیمات کو فراموش کر کے اپنی طرف سے دین میں ترمیم و اضافہ کرنا شروع کر دیا۔

دیکھئے سورۃ بقرہ کی آیت

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ (البقرہ ـ ۲۸۵)

رسولؐ اس ہدایت پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل ہوئی اور اہل ایمان بھی' یہ سب ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ان کا اقرار ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

ایک دوسری آیت میں اسی بات کو اس طرح واضح کیا گیا ہے۔

قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا و ما انزل الی ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون (البقرہ ـ ۱۳۶)

"(اے مسلمانو!) کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس ہدایت پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب علیھم السلام اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے

☆ استاذ شعبہ اسلامیات' اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور

ہیں جو دیگر انبیاء علیہم السلام پر ان کے رب کی جانب کے نازل کی گئی۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔"

یہ اور دیگر متعدد آیات اس بات کی شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے عقائد پیش نہیں کئے بلکہ انہی عقائد کی تصدیق کی جن کی تعلیم قدیم آسمانی کتابوں نے دی تھی اور جن کی تعلیم سابقہ انبیاء نے اپنی اپنی قوموں کو دی تھی۔ لیکن امتداد زمانہ اور عوام الناس کی جہالت کی وجہ سے اسلام کی بنیادی تعلیمات خصوصاً عقائد میں بہت کچھ آمیزش اور تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

قرآن حکیم نے سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ کتابوں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کی ہے۔ سورہ المائدہ میں ارشاد ہے۔

وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتب و مھیمنا علیہ (المائدہ - ۴۸)

اے محمدؐ! "ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ و نگہبان ہے۔"

ایک دوسری آیت اس مضمون کو اس طرح بیان کر رہی ہے۔

وھذا کتب انزلنہ مبر ک مصدق الذی بین یدیہ (الانعام- ۹۲)

اور یہ "کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے' ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔"

یہ تصدیق و نگہبانی ان بنیادی عقائد کی بیان کی جا رہی ہے جن کی دعوت و تعلیم کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی رہی اور جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا اصل جوہر و اساس ہیں(۱) سورۃ الانعام میں اٹھارہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب' حکم اور نبوت سے نوازا تھا' ان کا ذکر کر کے قرآن حکیم اس ہدایت کی پیروی کا حکم دیتا ہے جس کی تعلیم ان انبیاء علیہم السلام نے دی تھی۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھدھم اقتدہ ○ (الانعام - ۹۰)

"یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا کی۔ تو انہی کی ہدایت کی آپ بھی پیروی کیجئے۔"

یقیناً ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اقوام کی رشد و ہدایت کے لئے انہی عقائد کی تعلیم دی تھی جن کی تعلیم نبی آخر الزمان نے اپنے دور میں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسخ یا ترمیم شدہ عقائد کو اصل اور صحیح صورت میں پیش کیا۔ عقائد کی طرح اخلاقیات کے اصول بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں یکساں رہے ہیں۔ حق و صداقت' ریاضت و دیانت' عدل' صبر و استقامت وغیرہ وہ اخلاقی قدریں ہیں جن کی تعلیم و تلقین تمام انبیاء علیہم السلام کرتے رہے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت اسلام کا آغاز کیا تو لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لئے سب سے زیادہ زور عقائد پر دیا اور انسانوں کو ان اخلاقی اقدار کا سبق دیا۔ جن کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت' تقویٰ اور عقیدۂ آخرت پر ہے۔ دین کی پوری عمارت اور اسلامی معاشرہ کا سارا ڈھانچہ انہی عقائد اور اخلاقی اقدار پر ہوتا ہے۔ مکی دور میں نازل ہونے والی سورتوں میں تمام تر زور عقائد و اخلاق اور عمل پر رہا ہے۔ گو بنیادی عقائد سات عناصر کا مجموعہ ہیں لیکن عقیدہ توحید سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ انسان کی ساری اعتقادی اور عملی زندگی کا سنگ بنیاد اور منبع قوت یہی عقیدہ ہے۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سے ہی عقیدہ توحید یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حکم کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا اور شرک یعنی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور حقوق میں شریک ٹھہرانے سے روکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے دنیا و آخرت میں بھیانک انجام سے آگاہ فرمایا اور انسان کی بالکل صحیح سمت میں رہنمائی فرمائی یہی سمت قرآن حکیم کی اصطلاح میں صراط مستقیم کہلاتی ہے۔(۲)

اسلامی معاشرے کی تعمیر کا کام مکی دور میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ مسلم معاشرے کی تعمیر و تشکیل عقائد و اخلاق کی بنیاد پر ہوئی' عقیدہ توحید کی تعلیم و تربیت پر بہت زیادہ زور اور توجہ دی گئی۔ انسان میں مقام عبدیت کا احساس و شعور بیدار کیا گیا۔ مخلوق اور خالق کے درمیان سارے واسطے مٹ گئے۔ رسول اللہؐ نے جن عقائد اور اخلاقی اقدار کی تعلیم لوگوں کو دی اس کا مشاہدہ خود اپنی عملی زندگی میں کرایا۔ آپؐ کا عمل ہی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ تھا۔ مکارم اخلاق کی تکمیل آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں ہوئی اور قرآن حکیم کی عملی تفسیر آپؐ کی سنت میں پوری ہوئی۔

قرآن حکیم نے عقیدہ توحید کو بہت دلکش اور جامع انداز میں پیش کیا ہے۔ سورہ الانعام کی ابتدائی آیات میں غور کیجئے۔ ان آیات میں زمین و آسمان کی تخلیق' روشنی و تاریکی' انسان کی اپنی پیدائش اور پھر ایک مقررہ وقت تک زندگی کے مختلف مراحل سے گذر کر موت کی آغوش میں جانا' ان سب باتوں سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال کیا گیا ہے۔ سورہ النمل میں عقیدہ توحید اور معاد پر استدلال اس قدر قوی اور بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ قاری کی توجہ اگر مفہوم کی طرف ہو تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اس کی حاکمیت مطلقہ کا یقین پوری طرح دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔

امن خلق السموت والارض و انزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بہجتہ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا۔ االہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون۔ امن جعل الارض قرارا وجعل خلالھا انھارا وجعل لھا رواسی وجعل بین البحرین حاجزا االہ مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض االہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون۔ امن یھدیکم فی ظلمت البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ االہ مع اللہ تعلی اللہ عمایشرکون امن یبدا الخلق ثم یعیدہ ومن یرزقکم من السماء والارض االہ مع اللہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون بل ادرک علمھم فی الاخرۃ بل ھم فی شک منھا بل ھم منھا عمون (النمل ۶۰ - ۶۶)

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے ہم نے سرسبز و شاداب باغ لگائے جن کے درخت اگانا تمہارے بس کی بات نہ تھی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) لیکن یہ لوگ راہ حق سے ہٹ گئے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس میں دریاؤں کو رواں دواں کیا اور اس کے لئے پہاڑوں کو بنایا اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنائی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ (جو ان کاموں میں شریک ہو) (ہرگز نہیں) لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ آخر وہ کون ہے جو مجبور و بے قرار کی دعا سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون ہے جو اس کی تکلیف و دکھ کو دور کرتا ہے' اور تمہیں زمین کی خلافت دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (جو ان کاموں میں اس کا شریک ہو) (بالکل نہیں) لیکن تم لوگ کم ہی غور و فکر کرتے ہو۔ بھلا وہ کون ہے جو بر و بحر کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے اور

جو ہواؤں کو اپنے باران رحمت سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے؟ (یقیناً کوئی نہیں) جو لوگ شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی (شان) اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ بھلا (بتاؤ تو) وہ کون ہے جو خلق کا آغاز کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) (ان سے) کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ آپ انہیں بتا دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ (آخرت کے بارے میں) ان کا علم الجھا ہوا ہے یہ لوگ آخرت کے بارے میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں' بلکہ یہ لوگ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔

سورہ الانعام کی آیات گیارہ سے اٹھارہ تک عقیدہ آخرت اور یوم جزاء کو نہایت پر تاثیر انداز میں بیان کر رہی ہیں۔ یوم الحساب کو جب انسانوں کے تمام اعمال کا حساب و کتاب ہو گا' ہر فرد اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اپنے نامہ اعمال کے ساتھ پیش ہو گا اچھے اعمال و کردار کے مالک انعام و اکرام پائیں گے اور بد عمل و بد کردار ذلت و رسوائی اور سزا پائیں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے اس کی رحمت اور عدل پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ آیات قرآنیہ اہل ایمان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت بھی پیدا کرتی ہیں اور خوف بھی' اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی نعمتیں اللہ کی محبت اور امید و رجاء کو پیدا کرتی ہیں جبکہ قہار و جبار ایسی صفات خوف الٰہی پیدا کرتی ہیں یہ محبت و امید اور خوف کی ملی جلی کیفیت مومن کے اعمال کو کنٹرول کرتی ہے۔ یہ کیفیت جب مستحکم ہو جاتی ہے تو پھر انسان کے قول و عمل میں تضاد نہیں رہتا' بلکہ پوری مطابقت ہوتی ہے' عقیدہ اور عمل میں مکمل ہم آہنگی ہوتی ہے اور ایسے ہی اہل ایمان و تقویٰ خلافت کی ذمہ داریاں پوری دیانت داری اور خلوص کے ساتھ ادا کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔

عقیدہ توحید اور معاد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے نیک عمل اور فضائل اخلاق کو بھی بہت موثر انداز میں ذکر کیا ہے۔ مکی دور کے تقریباً تیرہ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی متلو اور محنت کے ذریعے لوگوں کو عقیدہ و اخلاق کی تربیت دیتے رہے۔ دور نبوت کا ایک طویل عرصہ تعلیم و تربیت اخلاق پر صرف کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی معاشرے کی تعمیر و تشکیل عقیدہ و اخلاق کے بغیر ممکن نہیں' عہد رسالت میں عقائد کی تربیت اس انداز سے کی گئی تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور تہذیب و تمدن کے تمام مظاہر میں عقائد کی چھاپ گہری اور نمایاں تھی۔

قرآن حکیم کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھا عمل بذات خود تعمیری اور تخلیقی ہوتا ہے۔ اچھا عمل کرنے والے کو اس کی جزاء اسی حساب سے ملے گی کہ اس کے عمل کے اثرات کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ نیز یہ کہ اس عمل کو بجالانے میں فاعل کس قدر مخلص اور سنجیدہ تھا۔ کم سے کم مقدار نیکی کے صلہ کی دس گنا بیان کی گئی ہے۔ دوسری طرف برا عمل بذات خود

منفی اور تخریبی ہوتا ہے اور اس طرح عمل بد کرنے والے کو جزاء سے محروم کر کے سزا کا مستحق بنا دیتا ہے۔ لیکن صرف اتنی ہی سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے جتنا عمل ہوتا ہے۔ مکافات عمل کے دن ایک برائی ایک ہی تصور ہو گی۔ دوسرے الفاظ میں ہر عمل کا ایک اثر اور نتیجہ ہوتا ہے' اچھا یا برا۔ ہم سب کو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھنا ہو گا۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں قومیں اپنے اخلاق و کردار کا نتیجہ اجتماعی طور پر برداشت کرتی ہیں! اگر مجموعی طور پر کسی قوم کا عمل درست ہو اور ان کا اخلاقی معیار بلند ہو تو وہ قوم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی مستحق ٹھہرتی ہے۔ اسے خلافت ارض کا اعزاز عطا ہوتا ہے۔ لیکن اگر مجموعی طور پر بد عملی اور بد اخلاقی کا شکار ہو جائے تو بہت سے مصائب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ ایسی بہت سی اقوام عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر نیست و نابود کر دی گئیں۔ البتہ آخرت میں حساب و کتاب بالکل انفرادی ہو گا' ہر فرد خود اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہو گا۔

خلیفہ عبدالحکیم نے اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے۔ ان کے خیال میں اچھائی کا مفہوم عقیدہ اور عمل کے تطابق میں پنہاں ہے۔ بقول خلیفہ عبدالحکیم نیکی صفت الٰہی کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے لہٰذا اچھے عمل کو تخلیقی و تعمیری ہی ہونا چاہئے کوئی چیز بھی اس قدر تخلیقی نہیں ہو سکتی جس قدر ایک فعال اور ہوشمندانہ عمل خیر۔ نیکی کوئی ساکت و جامد چیز نہیں ہے' بلکہ متحرک و فعال ہوتی ہے۔ اس کا تعلق محض علم ہی سے نہیں بلکہ افعال سے بھی ہے جو حق و صداقت کو عمل کا روپ دیتے ہیں۔(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے حضرت ابو درداء کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب حساب و کتاب ہو گا تو حسن خلق سے زیادہ قابل قدر کوئی چیز نہیں ہو گی۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی السنن میں اور احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذی کے مطابق اس حدیث کا شمار صحیح احادیث میں ہوتا ہے۔(۴)

اسلام میں عقیدہ اور اخلاق حسنہ کے بلند ترین درجہ کی وضاحت احسان کی اس تعریف سے بھی ہوتی ہے جو مشہور حدیث جبریل میں بیان ہوئی ہے۔ اسوزو (AZUTSU) نے "احسان" کا بڑا صحیح ترجمہ کیا ہے (Perfection) تکمیل یا کمال۔ ایک حدیث کے ان الفاظ میں غور کریں تو یہ مفہوم بہت صحیح معلوم ہوتا ہے' الفاظ یہ ہیں **اسلم فاحسن اسلامہ** اس نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں درجہ کمال کو پہنچ گیا۔(۵) ہر نیکی اور خیر کے عمل کو درجہ کمال کو پہنچانا یا بالفاظ دیگر ہر عمل کو اس کی بہترین شکل میں ادا کرنا احسان ہے اور یہی اخلاق کا بلند ترین درجہ ہے۔ قرآن حکیم میں والدین کے ساتھ عزت و احترام اور حسن سلوک میں بھی احسان کا حکم دیا گیا ہے۔(۶) قرآن و سنت میں عقیدہ و اخلاق کی تعلیم و تربیت امت مسلمہ کو اخلاق و کردار کے بلند ترین مقام تک پہنچاتی ہیں۔ یہ عظیم تر مقام اصطلاح شرع میں احسان کہلاتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے دین کے تین مدارج بیان کئے ہیں۔ اس میں بلند ترین مقام جو ایک مومن حاصل کر سکتا ہے وہ درجہ احسان ہے(۷) قرآن حکیم میں بھی یہ اصطلاح اسی مفہوم میں استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

بلی من اسلم و جهه لله و هو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولاهم يحزنون (البقرہ - ۱۱۲)

ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے سونپ دیا۔ اور وہ محسن بھی ہے (یعنی عبادت و اخلاق میں درجہ احسان کو پہنچ گیا ہے) تو اس کا صلہ اس کے رب کے پاس ہے' ایسے لوگ (قیامت کے روز) نہ خوف زدہ ہوں گے نہ ہی غمگین ہوں گے۔ اسی طرح سورہ النحل کی آیت **ان الله يا مر بالعدل والاحسان** (النحل - ۹۰) اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے قدیم مفسرین ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے احسان کا مفہوم اخلاص یا اپنے اعمال کو اخلاص و آداب کے ساتھ مزین کرنا بتاتے ہیں(۸) اور اخلاص و آداب ہی اخلاقیات کی روح ہیں۔

سورۂ الاسراء کی آیات "وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ (تمہارے رب کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) آیت نمبر ۲۳ سے آیت نمبر ۴۰ تک غور سے پڑھئے' اسی طرح سورۃ الفرقان کی آیات ۶۱ سے سورۃ کے اختتام تک، جن میں عباد الرحمٰن کے اوصاف و کردار کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں عقائد اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تعلیم ساتھ ساتھ دی گئی۔ قرآن حکیم کے یہ دونوں اقتباسات انسانی زندگی کے تقریباً تمام پہلوؤں پر محیط ہیں۔ خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی

مدنی سورتوں میں معاشرتی احکام" سیاسی معاملات اور انتظامی امور پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ اس لئے کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستحکم اسلامی معاشرہ قائم کر لیا تھا اور ایک اسلامی مملکت وجود میں آچکی تھی۔ مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت مکمل طور پر عقائد اور اخلاقی اقدار کی بُنیاد پر قائم ہوا تھا۔ مدنی دور کی ان آیات پر غور و فکر کیجئے جو بدر و احد کے فوراً بعد نازل ہوئی تھیں۔ ان آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال کریں۔ زکواۃ کا نظام قائم کیا گیا' انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کرائی گئی(۹) یہ تمام ادارے بغیر کسی دشواری اور بغیر کسی مشکل کے بحسن و خوبی کام انجام دینے لگے اس لئے کہ ان کے پیچھے عقائد کی قوت تھی جو آمادہ عمل رکھتی تھی' رسول اللہ کی ۱۳ سالہ مکی دور کی اخلاقی تربیت تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں طاقت ور ضمیر پیدا کر دیا تھا۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ و اخلاق کی تعلیم و تربیت مدنی دور میں بھی جاری رکھی۔ مثال کے طور پر آپ نے فرمایا: "تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ تمہیں اپنے اہل' اپنی جان اور اپنے مال سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔" اور "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔" یا "وہ شخص مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔" اصولی طور پر مدنی دور کی سورتیں ان احکام و ہدایات پر مشتمل ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگ اجتماعی طور پر کیسے امن و سلامتی کے ساتھ رہ سکتے ہیں' معاشرتی نظم و ضبط سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں' لیکن ان ہدایات کے ساتھ ساتھ عقائد و اخلاق کی اہمیت کو بھی جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً مدنی سورۃ الحجرات میں بنیادی عقائد کے ساتھ ان اخلاقی اقدار پر عمل کرنے پر بیعت کر لیا کرتے تھے جن کا ذکر سورۃ الممتحنہ کی آخری آیات میں کیا گیا ہے۔ خواتین سے بھی ان باتوں پر بیعت لی جاتی تھی کہ وہ ان اقدار پر عمل کریں گی۔

یا ایھا النبی اذاجاء ک المومنت یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم (الممتحنہ - ۱۲)

اے نبیؐ جب مومن خواتین تمہارے پاس بیعت کرنے کے لئے آئیں اور وہ اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی' نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی' نہ اپنی اولاد کا قتل کریں گی' نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے متعلق کوئی بہتان تراشیں گی اور نہ کسی اور معروف میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لئے دعاء مغفرت کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

بیعت عقبہ اولیٰ کے موقعہ پر یہی بیعت یثرب سے آنے والے وفد کے لوگوں سے لی گئی تھی(۱۱) اہل مدینہ نے جو عہد اس بیعت کے موقع پر کیا تھا اسے تمام زندگی نبھایا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کا وہ بیان جو انہوں نے نجاشی کے دربار میں دیا تھا ایک شاہکار مثال ہے۔ جعفر بن ابی طالب کا یہ بیان اس بات کی شہادت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں میں عقیدہ و اخلاق کو پوری طرح رائج کر دیا تھا(۱۳)

اس طرح اسلامی عقائد مومن کے دل و دماغ میں جو کیفیت پیدا کرتے ہیں وہ کیفیت تقویٰ کہلاتی ہے اور اہل ایمان کے

کردار کو ایک خاص رخ عطا کرتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقائد و اخلاق کی بنیادی اہمیت سے پوری طرح واقف تھے یہ بات آپ پر پوری طرح عیاں تھی کہ فرد اور اجتماع پر عقائد کے گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ عقائد ہی کی تعلیم نے مسلم معاشرے کو پوری طرح اسلامی رنگ میں ڈھال دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے وحی قرآنی کو نہ صرف اپنے سینوں اور حافظوں میں محفوظ کر لیا تھا بلکہ اپنی عملی زندگی میں اس کی صحیح تفسیر بھی پیش کی۔ "کان خلقہ القرآن"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اخلاق قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔ انبیاء علیہم السلام منصب رسالت پر فائز ہو کر یہ اہم فریضہ سب سے پہلے انجام دیتے ہیں۔ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس انبیاء کے فرائض میں شامل ہوتا ہے(۱۳) بعض یہودی اور عیسائی مستشرقین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک قابل سیاستدان تھے یا ایک معاشرتی مصلح جن کے پاس ایک پورا منصوبہ تھا جسے آپ نے وقتاً فوقتاً نافذ کیا۔ اس قسم کی باتیں عام طور پر مقام نبوت سے توجہ ہٹانے کے لئے کی جاتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام یقیناً معاشرے کے سب سے بڑے مصلح ہوتے ہیں اور یقیناً ان کی سیاسی بصیرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام اعلیٰ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں، منصب نبوت پر فائز تو ہوتا ہی انسان کامل ہے۔ اس کے تمام تشریعی اقدامات اور تعمیری اصلاحات اللہ کے رسول کی حیثیت میں انجام پاتی ہیں۔

مدینہ منورہ میں جو اسلامی معاشرہ تشکیل پایا تھا یا ایک منظم مملکت وجود میں آئی تھی وہ لازمی اور منطقی نتیجہ تھا اس تعلیم و تربیت کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکی اور مدنی دور میں فرماتے رہے۔ قرآن حکیم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی امت مسلمہ کے لئے مثالی نمونہ ہے۔ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کیجئے معلوم ہو جائے گا کہ عقیدہ کی گرفت کس قدر مضبوط تھی، ماثور دعاؤں کو دیکھ لیجئے پتہ چل جائے گا کہ آپؐ کا یقین کتنا محکم تھا۔ خالق اور عبد کا تعلق بھی عیاں ہو جائے گا۔ جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کے معیار کا تعلق ہے تو ہمارے سامنے آپ کی عائلی زندگی کی تفصیلات بھی ہیں اور معاشرتی و اجتماعی زندگی کے بھی تمام پہلو محفوظ ہیں۔ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ آپ بلند ترین اخلاق کے مالک تھے، قرآن حکیم کی شہادت ہے کہ:

انک لعلی خلق عظیم یقیناً آپ اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک ہیں (۱۴) امام مالکؒ نے وہ حدیث بیان کی ہے جس کی رو سے آپؐ کی بعثت کا مقصد ہی اعلیٰ اخلاق کی تکمیل تھا(۱۵)

یہاں ان تمام قرآنی آیات اور احادیث نبوی کو ذکر کرنا مشکل ہو گا جو عقائد کی بنیادی اہمیت اور اخلاقیات سے متعلق ہیں، اس لئے کہ قرآن و سنت کا بہت بڑا حصہ انہیں پر مشتمل ہے۔ تاہم دو ایک احادیث بطور مثال ہم بیان کرتے ہیں۔ جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان، عمل صالح اور اخلاق و کردار میں کتنا گہرا ربط ہے۔ ترمذیؒ ابو داؤدؒ اور امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کامل وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے" (۱۶) اسی طرح "جس میں امانت کا پاس نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔"(۱۷) اسی طرح صحاح کی ایک حدیث قابل غور ہے جو عقیدہ و ایمان کے جوہر کو ظاہر کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دین اخلاص کا نام ہے" یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی، صحابہ کرامؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ کس کے ساتھ؟ آپ نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کے رسول کے ساتھ (مسلمانوں کے) امیر کے ساتھ اور تمام لوگوں کے ساتھ۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے یہ روایت کتاب الایمان میں ذکر کی ہے۔ امام ترمذی نے کتاب البر اور ابو داؤد نے کتاب الاداب میں (۱۸) گویا محدثین

کی رائے میں یہ حدیث ایمان عمل صالح اور اخلاق و کردار کے ربط اور باہم اثر انداز ہونے کو بھی واضح کرتی ہے۔ عقائد اعمال صالح اور اخلاق حسنہ کو پیدا کرتے ہیں اور اعمال صالحہ اور اسلامی آداب ایمان میں زیادتی کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح دونوں ملک معاشرے میں اپنا تعمیری کردار ادا کرتے ہیں۔ فرد اور معاشرہ دونوں میں ارتقاء ہوتا ہے۔ ایمان و عمل اور اخلاق ہی کے ذریعہ سے انسان مقام احسان کو حاصل کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایمان قطعی اور مکمل یقین کا نام ہے۔ جو انسان میں بھرپور اعتماد اور مضبوط قوت ارادی پیدا کرتا ہے۔ یہی ایمان انسان کو تعمیری اور صحت مند سرگرمیوں پر آمادہ رکھتا ہے۔ اس طرح انسان اپنے مقصد تخلیق یا فرائض خلافت کی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔

ماخذ و حوالہ جات

۱۔ سابقہ کتب کی تصدیق سے متعلق مندرجہ ذیل آیات دیکھئے۔ البقرہ ۴۱، ۸۹، ۹۱، ۹۷، ۱۰۱ آل عمران۔ ۳، النساء۔ ۴۷، یونس۔ ۳۷، یوسف۔ ۱۱۱ فاطر۔ ۳۱، الاحقاف۔ ۳۰

۲۔ دیکھئے الفاتحہ۔ ۵، البقرہ۔ ۱۴۲، ۲۱۳، ۱۴۳ آل عمران۔ ۵۱، ۱۰۱، المائدہ ۱۶، الانعام۔ ۳۹، ۸۷، ۱۲۶، ۱۶۱، یونس۔ ۲۵، النحل۔ ۷۶، ۱۲۱، مریم۔ ۳۶، الحج۔ ۵۴، المومنون۔ ۷۳، النور۔ ۴۶، یٰسین۔ ۴، ۶۱، الصافات۔ ۱۱۸، الشوریٰ۔ ۵۲، الزخرف ۴۳، ۶۱، ۶۴، الملک۔ ۲۲

۳۔ خلیفہ عبدالحکیم، اسلامک آئیڈیالوجی (لاہور ۱۹۷۴ء) ص ۱۳۰

۴۔ ترمذی، سنن ج ۶ ص ۱۳ (حدیث نمبر ۲۰۰۳) ابوداؤد، سنن، ج ۵ ص ۱۵۰ (حدیث نمبر ۴۷۹۹) احمد بن حنبل مسند، ج ۶ ص ۴۴۲

۵۔ اسوزو توشنکو (The concept of bleaf and Islamic theology) (مطبوعہ نیو یارک ۱۹۸۰) ص ۵۸، ۵۹

۶۔ البقرہ۔ ۸۳ النساء۔ ۳۶، الانعام۔ ۱۵۱، الاسراء۔ ۲۳، الاحقاف۔ ۱۵

۷۔ ابن تیمیہ مجموعہ فتاوی کتاب الایمان ج ۷ ص ۶، ۷

۸۔ الطبری، جامع البیان ج ۱ ص ۳۹۳، ۹۳، القرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۱۶۶

۹۔ دیکھئے مقالہ ''مواخاۃ'' اسلامی معاشرے کا سنگ بنیاد۔ فکر و نظر اپریل ۱۹۸۱ء

۱۰۔ الحجرات اس سورہ میں کل ۱۸ آیات ہیں۔ پوری سورہ کا مطالعہ کیجئے۔

۱۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱ ص ۴۳۱، الطبری، تاریخ، ج ۲ ص ۳۵۵، بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱ ص ۱۱

۱۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱ ص ۳۳۶

۱۳۔ البقرہ۔ ۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران۔ ۱۶۴، الجمعہ۔ ۲

۱۴۔ القلم۔ ۴

۱۵۔ امام مالک ''الموطا'' ج ۲ ص ۲۱۱، احمد بن حنبل، مسند، ج ۲ ص ۳۸۱

۱۶۔ ابوداؤد، سنن، ج ۵ ص ۶۰: ترمذی، سنن ج ۴ ص ۱۳۵، احمد بن حنبل، مسند ج ۲ ص ۲۵۰

۱۷۔ احمد بن حنبل، مسند، ج ۳ ص ۱۳۵

۱۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ج ا جز ا ص ۲۳: مسلم الجامع الصحیح، ج ا ص ۵۳: ابو داؤد، سنن ج ۵ ص ۲۳۳، ۲۳۴، ترمذی سنن، ج ۶ ص ۷۳، انسائی، سنن (کتاب البیع) حدیث نمبر ۴۲۰۲۔

کیا انسان کے لئے اس سے زیادہ غیر معقول ذہنیت اور کوئی ہو سکتی ہے کہ وہ نالائق بدکار اور شریر آدمی کو ایک لائق، صالح اور نیک نفس آدمی پر صرف اس لئے ترجیح دے کہ پہلا ایک نسل میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا کسی اور نسل میں؟ پہلا سپید ہے اور دوسرا سیاہ؟ پہلا ایک پہاڑ کے مغرب میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا اس کے مشرق میں؟ پہلا ایک زبان بولتا ہے اور دوسرا کوئی اور زبان؟ پہلا ایک سلطنت کی رعایا ہے اور دوسرا کسی اور سلطنت کی؟ کیا جلد کے رنگ کو روح کی صفائی و کدورت میں بھی کوئی دخل ہے؟ کیا عقل اس کو باور کرتی ہے کہ اخلاق و اوصاف انسانی کے صلاح و فساد سے پہاڑوں اور دریاؤں کا کوئی تعلق ہے؟ کیا کوئی صحیح الدماغ انسان یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ مشرق میں جو چیز حق ہو وہ مغرب میں باطل ہو جائے؟ کیا کسی قلب سلیم میں اس چیز کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ نیکی، شرافت اور جوہر انسانیت کو رنگوں کے خون، زبان کی بولی، مولد و مسکن کی خاک کے معیار پر جانچا جائے؟ یقیناً عقل ان سوالات کا جواب نفی میں دے گی۔ مگر نسلیت و وطنیت اور اس کے بہن بھائی نہایت بے باکی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

اسلامی ریاست،

از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ